تقریر بابت صداقت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

تقریر

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(تقریر نمبر 9)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَالَّذِی بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجمعہ:3-4)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

سامعین کرام! حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پر مشتمل جو قطعہ مَیں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھا ہے، اُس کا دوسرا مصرع ”صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا“ کے تحت جس موضوع کو خاکسار نے آج گزارشات کے لئے چُنا ہے وہ شہداء کے بارہ میں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مولا کے حضور خیر پانے کے بعد سوائے شہید کے اور کوئی دنیا میں واپس آنے کی خواہش نہیں کرتا۔ شہادت کی فضیلت کی وجہ سے وہ ایسا چاہتا ہے کہ دوبارہ دنیا میں شہادت کا رتبہ حاصل کرے اور اپنے مولا کے حضور بلند مقام پائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوتِ ایمانی اور قوتِ اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان ہو جائے۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 516)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے دین کی راہ میں مالی قربانی کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی مشقتیں بھی برداشت کیں، ان تکلیفوں کو پڑھ کر ایک حسّاس دل رکھنے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ واقعی یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت تھی کہ ان صحابہؓ نے سخت آزمائشوں پر پورا اُترنے کی سعادت حاصل کی ورنہ عام حالات میں ایسی اذیتیں برداشت کرنا انسانی بس کی بات نہیں۔ انسان کو اپنی جان سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، یہی وجہ ہے

کہ اگر جان کو خطرہ ہو تو اس کے بدلے میں بڑی سے بڑی چیز قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب دین کی خاطر جان قربان کرنے کا موقع آیا تو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں بھی کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایسی ہی لافانی داستانیں حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی رقم ہونی شروع ہوئیں جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

سامعین! تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت شہداء کے واقعات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنے دین اور اپنے خدا کی خاطر اپنی جانوں کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ آج خاکسار آپ کے سامنے پہلے کچھ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر صحابہ حضرت مسیح موعودؑ اور آج کے دَور کے احباب جماعت کے اپنے مسیحؑ اور اپنے دین کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ دینے والوں کے واقعات پیش کرے گا جو ثابت کرتے ہیں کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

حضرت عبداللہ بن جحشؓ بڑے پائے کے صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھی تھے۔ آپؓ کی شہادت سے قبل دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے میرے والد یعنی سعدؓ سے غزوۂ اُحد کے دن کہا کہ آؤ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ دونوں ایک جانب ہوگئے۔ پہلے حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! جس وقت مَیں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو۔ پس مَیں اس سے لڑوں اور اس کو تیری راہ میں قتل کردوں اور اس کے ہتھیاروں کو لے لوں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! کل میرے سامنے ایسا شخص آئے جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو اس سے مَیں تیری خاطر قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے۔ وہ غالب آکر مجھے قتل کردے اور مجھ کو پکڑ کر میری ناک کان کاٹ ڈالے۔ پس جس وقت مَیں تیرے حضور حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! کس کی راہ میں تیری ناک اور تیرے دونوں کان کاٹے گئے۔ مَیں عرض کروں کہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں۔ جواب میں تُو یہ کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ اس لئے کہ اخیر دن میں مَیں نے اُن کی ناک اور دونوں کانوں کو دیکھا کہ ایک دھاگے میں معلّق تھے۔

(ماخوذ از اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 90 عبداللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

یعنی کٹے ہوئے تھے اور انہیں پرویا ہوا تھا۔ یہ ظالمانہ فعل ہے جو وہ کافر کرتے تھے جسے مُثلہ کہا جاتا ہے۔

غزوۂ اُحد کے قریب زمانہ میں دس صحابہ کو بے قصور ظالمانہ طور پر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مگر کسی نے صداقت سے منہ نہ موڑا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت خبیبؓ نے شہادت سے قبل دو نفل ادا کیے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے تختہ دار کو چوم لیا۔

لَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِ
وَ ذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَ اِنْ یَشَأْ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

یعنی جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ مَیں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ میری یہ سب قربانی اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو میرے ریزہ ریزہ اعضاء میں بھی برکت ڈال دے گا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

سامعین! حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے 9ہ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز میں انکار کیا مگر ان کے اصرار پر اجازت دے دی۔ وہ عشاء کے وقت اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جب ان کے قبیلہ ثقیف کے لوگ ان سے ملنے کے لیے آئے تو حضرت عروہ بن مسعودؓ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے حضرت عروہؓ پر الزام لگائے اور بہت نازیبا کلمات کہے اور واپس چلے گئے۔ مگر وہ حضرت عروہؓ کی موت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ صبح فجر کے وقت حضرت عروہؓ نے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر اذان دی تو ایک بدبخت وہاں پہنچا اور تیر سے انہیں شہید کر دیا۔

(مستدرك حاكم جلد3 صفحہ615 كتاب معرفة الصحابه)

حضرت حبیب بن زید انصاریؓ صحابی تھے۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی بغاوت کے زمانے میں انہیں پکڑ لیا اور کہا کیا تم شہادت دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔؟ حضرت حبیبؓ نے فرمایا: ہاں! پھر اُس نے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں تو آپؓ نے فرمایا: نہیں! مَیں یہ بات سننا بھی نہیں چاہتا۔ اس بات پر کئی دفعہ تکرار ہوئی مگر حضرت حبیبؓ نے اسے رسول ماننے سے انکار کیا۔ اس پر مسیلمہ نے ان کا ایک ایک عضو کاٹ کر انہیں شہید کر دیا۔

(سیرۃ النبی ابن ہشام جلد2 صفحہ110)

حضرت زید بن دثنہؓ کے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بھی سامنے ہے۔ سولی دینے کی تیاری کی جا رہی ہے، زندگی ہر کسی کو پیاری ہے اور جب موت سامنے کھڑی ہو، تو سبھی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، مگر آسمان نے عشق کا ایسا نظارہ کم ہی دیکھا کہ خون کے پیاسے حضرت زیدؓ کے چاروں طرف کھڑے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا "زیدؓ! کیا تجھے پسند ہے کہ آج تیری جگہ محمدؐ ہوتے اور تو اپنے اہل وعیال میں ہوتا؟" حضرت زیدؓ نے جواباً کہا "اللہ کی قسم! مَیں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اہل وعیال میں ہوں اور حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کانٹا بھی چُبھے۔" اور پھر سولی پر لٹک گئے۔

(البدايه والنهايه)

اِسی زمانہ میں ستّر صحابہ کو دھوکے سے تبلیغ کے بہانے بلایا گیا مگر انتہائی سفّاکی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ان کے سردار حضرت حرام بن ملحانؓ کو پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا جو جسم سے پار ہو گیا۔ جب خون کا فوارہ پھوٹا تو انہوں نے اپنا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ اور اپنے سر پر چھڑکا اور اس کے بعد کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ کعبہ کے رب کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔

(صحيح بخاری كتاب المغازی باب غزوة الرجيع و رعل حديث 4092)

سامعین! جماعت احمدیہ کی تاریخ ایسی بے مثال ہستیوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا، جنہوں نے ایسی کامل وفا اور اطاعت گزاری کا نمونہ دکھایا کہ وہ ہمیشہ تاریخ احمدیہ میں زندہ و جاوید رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس کے نتیجے میں انتہائی درجہ کے ظلم و ستم اور بربریّت برداشت کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وقت اور عزّت کی قربانی پیش کرنے والوں میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کا نام ایک روشن ستارے کی طرح آسمانِ احمدیت پر چمکتا رہے گا۔ آپؓ نے 1902ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور اپنی رخصت کے ایّام قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں گزارے۔ 1903ء میں واپسی کی اجازت لے کر افغانستان تشریف لائے۔ امیر کابل کو آپ کی شکایت کر دی گئی اور علماء نے آپؓ کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے دئے اور بادشاہ کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا گیا۔ جس کی بناء پر آپ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ بادشاہ کی طرف سے متعدد مرتبہ آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے کے بدلہ میں رہائی کی پیشکش ہوتی رہی جسے آپؓ حقارت سے ٹھکراتے رہے۔ آپؓ نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا مَیں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں؟ مجھ سے یہ نہیں ہوگا اور آپؓ اپنے ایمان پر ڈٹے رہے۔ آخر کار مولویوں کے کہنے پر آپؓ کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی۔

دوسرا واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے دَور کا حضرت مولوی عبدالرحمٰنؓ کی شہادت کا ہے جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ شہید کے ہونہار شاگرد تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی خبر ملی تو آپؓ نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو 1894ء یا 1895ء سے وقتاً فوقتاً حضور علیہ السلام کی خدمت میں قادیان بھجوانا شروع کر دیا۔ آپ کئی کئی ماہ تک قادیان میں رہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فیض پاتے، کتب کا مطالعہ کرتے اور ایمان کی تازگی کے ساتھ واپس لوٹتے۔ آخری مرتبہ دسمبر 1900ء میں آپ قادیان تشریف لائے۔ اس وقت افغانستان کی سرحد (ڈیورنڈ لائن) پر اختلافات کی وجہ سے

بعض سرحدی قبائل نے انگریزوں کے خلاف شورش برپا کر رکھی تھی۔ علماء نے جہاد کے نام پر انگریزوں کے قتل کے فتوے جاری کر دیئے۔ جہاد کی اس غلط تشریح سے اسلام اور مسلمانوں کی بہت بدنامی ہو رہی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے جہاد سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح کے مطابق اسلامی تعلیم سے مکمل اتفاق کیا۔ 1901ء میں قادیان سے واپسی پر افغانستان کے بعض علماء نے آپ کے خلاف اس معاملے کو ہوا دی اور امیر کابل سے شکایت کر دی کہ انہوں نے ایک پنجابی کی بیعت کر لی ہے جو اپنے آپ کو مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور جہاد کا مخالف ہے۔ اس پہ آپؓ کو گرفتار کر کے پہلے نظر بند رکھا گیا اور پھر دکھ اور تکالیف دیتے ہوئے گردن میں کپڑا ڈال کر گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب شہید کو 1924ء میں کابل میں شہید کر دیا گیا۔ 31؍ اگست 1924ء کو پولیس نے مولوی صاحب کو ساتھ لے کر کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا گیا اور ہر جگہ منادی کی گئی کہ یہ شخص آج ارتداد کی پاداش میں سنگسار کیا جائے گا۔ لوگ اس موقع پر حاضر ہو کر اس میں شامل ہوں۔ دیکھنے والوں کی شہادت ہے جس وقت آپ کو گلیوں میں پھرایا جا رہا تھا اور سنگساری کا اعلان کیا جا رہا تھا تو آپ گھبرانے کی بجائے مسکرا رہے تھے۔ گویا آپ کی موت کا فتویٰ نہیں دیا جا رہا تھا بلکہ عزت افزائی کی خبر سنائی جا رہی تھی۔ آخر عصر کے وقت ان کو کابل کی چھاؤنی شیرپور کے میدان میں سنگسار کرنے کے لیے لے جایا گیا تو انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے ان کو اپنے رب کی عبادت کرنے کا آخری موقع دیا جائے۔ حکام کی طرف سے اجازت ملنے پر انہوں نے نماز پڑھی اور اس کے بعد کہا کہ اب مَیں تیار ہوں جو چاہو سو کرو۔ چنانچہ آپ کمر تک گاڑ دیے گئے اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بڑے عالم نے پھینکا۔ اس کے بعد ان پر چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دب گئے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 477)

سامعین! اِن تین واقعات کو اگر صحابہِ رسولؐ کے دور کے واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو کیا صحابہِ رسولؐ سے کفارِ مکہ نے بار بار یہ نہیں پوچھا تھا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر دو تو جان بخشی ہو سکتی ہیں مگر انہوں نے استقامت دکھلائی اور شہادت قبول کر لی جن کا ذکر ہم اوپر سن آئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اَصْحَابِہِمْ

سامعین کرام! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے اور قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے، محترم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کو 14؍اپریل 1999ء کو ایک گہری سازش کے تحت چند خطرناک مجرموں نے اغوا کر لیا۔ ان کا منصوبہ جماعت احمدیہ کو ملک گیر فسادات میں ملوث کرنا تھا۔ صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب نے جان کی بازی لگا کر دشمن کا یہ منصوبہ ناکام بنا دیا۔ آپ آخر دم تک ان خطرناک مجرموں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے آپ پر شدید تشدد کیا اور جسمانی اذیت دی مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری اور بالآخر اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر کے لاکھوں احمدیوں کی زندگیوں کو بچا لیا اور سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں شہادت کا ایک نیا باب رقم کیا۔ آپ کی شہادت پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"قیامت کے دن تک شہید کے خون کا ہر قطرہ آسمانِ احمدیت پر ستاروں کی طرح جگمگاتا رہے گا"

سید طالع احمد صاحب شہید جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نصرت جہاں سکیم کے تحت کاموں کی کوریج کے لئے افریقہ گئے ہوئے تھے۔ جہاں اپنے فرائض کی سرانجام دہی کے دوران انہیں شہادت کا مقام حاصل ہوا۔

مکرم محمد رمضان صاحب اور مکرم محمد اقبال صاحب دونوں محترم علی محمد صاحب کے ہاں ویرووال ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ 1947ء میں ہجرت کر کے یہ خاندان فیصل آباد میں آ بسا۔ پھر کچھ عرصہ بعد کو ہلووال ضلع گوجرانوالہ میں منتقل ہو گئے۔ 2؍جون 1974ء کو مخالفینِ احمدیت دونوں بھائیوں کو دھوکے سے گھر سے بلا کر لے گئے اور قریبی نہر کے کنارے لے جا کر گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ پھر نعشیں نہر میں پھینک دیں۔ محمد رمضان شہید کی نعش تو برآمد ہو گئی مگر محمد اقبال شہید کی نعش کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ کیا دھوکے سے بُلا کر شہید کرنے کے واقعات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دیکھنے کو نہیں ملے۔ ہاں! ملے اور بے شمار ملتے ہیں۔

پیارے بھائیو! خلافت ثانیہ کے دور میں ڈاکٹر میجر محمود صاحب آف کوئٹہ کی شہادت ہوئی۔ انہوں نے درویشی کے ایام قادیان میں گزارے اور وہاں طبی خدمات بجالاتے رہے۔ 1948ء میں آپ کی شہادت ہوئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کوئٹہ میں مقیم تھے تو وہاں کے مولویوں نے جلسے میں جماعت کے خلاف تقریریں کیں اور لوگوں

کو احمدیوں کے خلاف اکسایا اور کفر کے فتوے دیے۔ اسی جلسہ کے دوران میجر صاحب کسی مریض کو دیکھ کر واپس آتے ہوئے ان کی جلسہ گاہ کے قریب سے گزرے تو اُن کی کار وہاں پہنچ کر خراب ہو گئی۔ عین موقع پر ایک ہجوم ان کی گاڑی کی طرف بڑھا اور انہیں کار سے گھسیٹ کر باہر اتار لیا اور انہیں پتھر اور چھرے مار کر شہید کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی شہادت پر فرمایا کہ

”مامور جماعتوں پر ظلم ہوتے ہیں اور وہ ظلموں کے نیچے بڑھتی اور پھولتی ہیں۔ دشمنوں میں بھی شریف الطبع انسان ہوتے ہیں ان کے اندر ظلموں کو دیکھ کر دلیری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میجر محمود کی شہادت کے بعد ایک دوست آئے ان کے دل میں احمدیت کی سچائی گھر کر گئی۔ پہلے بھی وہ سچائی کے قائل تھے لیکن ایمانی جرات پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس واقعہ نے ان کے اندر ایمانی جرات پیدا کر دی اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ میجر محمود احمد کی خالی جگہ اور اس کی کمی پورا کرنے کے لیے احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، احمدیت میں داخل ہو گئے۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ ظلموں سے متاثر ہو کر ایمان کی روشنی سے منور ہوئے تھے۔**“

(ماخوذ: خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 37-38)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبات طاہر بابت شہداء میں ایک نوجوان کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو ہمیں صحابہ کی یاد دلاتا ہے۔ میاں جمال احمد صاحب ایک احمدی طالب علم تھے اور تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ایف ایس سی کے طالب علم تھے۔ 6 مارچ 1953ء کو جمعہ کے روز آپ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں سے ملنے سائیکل پر گھر جا رہے تھے۔ گھر سے کچھ فاصلہ پر محلہ دار ایک جلوس کی صورت میں کھڑے تھے جب آپ پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ پر پتھر برسانے شروع کر دئے آپ اپنی سائیکل سے اُتر کر کھڑے ہو گئے۔ ہجوم آپ کو گالیاں دیتا اور مارتا ہوا یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ یہ مرزائی ہے اِسے جان سے مار دو۔ ایک شخص جو آپ کو ذاتی طور پر جانتا تھا آپ کے پاس آیا اور کہا کہ جمال! تم کہہ دو کہ تم احمدی نہیں ہو تو مَیں تمہیں بچا لوں گا۔ اگر تم ویسے نہیں کہنا چاہتے تو میرے کان میں ہی کہہ دو۔ ہجوم کو مَیں سنبھال لوں گا۔ آپ کہنے لگے کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ نہیں بولوں گا تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ چنانچہ آپ کو نیچے گرا کر چاقوؤں کے وار کر کے شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 17 برس تھی۔

(ماخوذ، خطبات طاہر بابت شہداء صفحہ 55-56)

سامعین! 28 مئی 2010ء جمعۃ المبارک کا دن تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زندہ رہے گا جب لاہور شہر کی مرکزی مساجد میں دنیا کی مصروفیات چھوڑ کر محبت الٰہی کی خاطر جمع ہونے والے سینکڑوں نہتے اور معصوم احمدیوں پر مسلح اور سفاک دہشت گردوں نے نہایت بے دردی سے گولیوں اور گرنیڈوں کی بوچھاڑ کر دی اور ان معصوم احمدیوں اپنے دین کی خاطر اجتماعی شہادت کو مؤمنانہ شان سے قبول کیا اور خدا کے پیارے ٹھہرے۔ جماعتی تاریخ کی اس سب سے دردناک اور سب سے بڑی اجتماعی قربانی میں 86 احمدی شہید اور متعدد شدید زخمی ہوئے۔

یہ سب لوگ احمدیت کی تاریخ میں ان شاء اللہ ہمیشہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔ یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین، دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں اپنے زخموں اور ان میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔ اگر کسی نے ہائے یا اُف کا کلمہ منہ سے نکالا تو دوسرے زخمی نے اُس کا ہمت اور حوصلہ بڑھایا کہ کہا ہمت اور حوصلہ کرو۔ ہم اپنے خدا اور اس کے رسول اور اُس کے عاشق صادق کے لئے قربان ہونے جا رہے ہیں۔ ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایک عہد باندھا ہے کہ اپنے مذہب کی خاطر جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں ہم اُس عہد کو پورا کرنے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے آخر دم تک صرف درود شریف پڑھتے رہے اور اپنی جانیں اپنے رب کی راہ میں قربان کر دیں۔

سامعین! اسی طرح برکینا فاسو کے شہداء کا ذکر ہے کہ 11 جنوری 2023ء کو دنیا نے محبت و عشق کا ایسا نظارہ دیکھا جس نے دورِ محمدیؐ کے زیدؓ بن دثِنہ اور خبیبؓ بن عدی جیسے متعدد صحابہ اور دورِ مسیح موعودؑ کے عبد اللطیفؓ جیسے بے شمار جاں نثاروں کی یاد تازہ کر دی۔ اُن عشاق میں سے ہر ایک کو شہادت سے قبل پیشکش کی گئی کہ مسیح موعودؑ کی صداقت کا انکار کرو اور اس بات کو تسلیم کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آسمان سے اُتریں گے تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیتے ہیں۔ لیکن ان ایمان اور یقین سے پُر لوگوں نے جن کا ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط نظر آتا ہے جواب دیا کہ جان تو ایک دن جانی ہے، آج نہیں تو کل، اِس کے بچانے کے لیے ہم اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔ جس سچائی کو ہم نے دیکھ لیا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتے اور اُن استقامت کے شہزادوں میں سے ہر ایک نے اِس عملی اور زبانی اقرار کے ساتھ اپنی جان

خدا کے حضور پیش کر دی کہ ہم اُس زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو خدا کے قائم کردہ امام کے انکار کے ساتھ گزاری جائے۔ سب سے پہلے دہشت گردوں نے پوچھا کہ یہاں امام مسجد کون ہے؟۔ الحاج ابراہیم بدیگا (Bidiga) صاحب نے بتایا کہ وہ امام مسجد ہیں۔ مسجد کے صحن میں کھڑا کر کے امام ابراہیم بدیگا صاحب سے کہا کہ اگر وہ احمدیت سے انکار کر دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا سر قلم کرنا ہے تو کر دیں لیکن مَیں احمدیت نہیں چھوڑ سکتا۔ جس صداقت کو مَیں نے پالیا ہے اس سے پیچھے ہٹنا ممکن نہیں۔ ایمان کے مقابلے میں جان کی حیثیت کیا ہے۔

دہشت گردوں نے امام صاحب کی گردن پر بڑا چاقو رکھا اور ان کو لٹا کر ذبح کرنا چاہا لیکن امام صاحب نے مزاحمت کی اور کہا کہ مَیں لیٹ کر مرنے کی نسبت کھڑے رہتے ہوئے جان دینا پسند کروں گا۔ اس پر انہوں نے امام صاحب کو گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ امام صاحب کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنے کے بعد دہشت گردوں نے خیال کیا کہ باقی لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے ایمان سے پھر جائیں گے۔ مگر یکے بعد دیگرے 9 فدائیوں نے اسلام احمدیت کی اپنی جانیں جانِ آفریں کے سپرد کر دیں اور احمدیت کے عَلَم کو بلند رکھا۔

کیا اِس واقعہ سے 70 حفاظِ کرام کے واقعہ کی یاد تازہ نہیں ہوئی۔ ہوئی ہے اور لازماً ہوئی ہے۔ اِن افریقن کے اخلاص کی وجہ سے صحابۂ رسولؐ کی قربانیاں یاد آنے لگیں کہ کس طرح اِن صحابہ نے اپنی جانیں پیش کر کے اسلام کے نام کو زندہ رکھا۔

ابھی حال میں ہی کراچی پاکستان میں ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ 18/ اپریل 2025ء کو تھانہ پریڈی کی حدود میں احمدیہ ہال کراچی کے باہر ایک احمدی لئیق احمد چیمہ بعمر 46 سال کو ہجوم نے بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجہ میں وہ موقع پر جان کی بازی ہار گئے۔ تفصیلات کے مطابق احمدی عبادتگاہ میں مقامی احمدی حسب معمول جمعہ کی عبادت کے لیے جمع ہوئے۔ اس موقع پر تحریک لبیک سے وابستہ ایک متشدد ہجوم نے احمدیہ عبادت گاہ کا گھیراؤ کر لیا اور نعرے بازی شروع کر دی۔ اس دوران لئیق احمد چیمہ صاحب جو عبادت گاہ سے تقریباً 150 میٹر دور تھے، ان کو مشتعل ہجوم نے پہچان کر ان پر اینٹوں اور ڈنڈوں سے حملہ کر دیا۔ بہیمانہ تشدد کے نتیجہ میں وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 18 اپریل 2025ء)

پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ان احمدی شہداء نے تو اپنے عہدوں اور وفاؤں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے دنیا کو پیچھے دھکیلا اور خدا تعالیٰ سے قرب میں بڑھتے چلے گئے۔ یہ قربانیاں، یہ امتحان، یہ عارضی ابتلا ہماری ترقی کی رفتار تیز کرنے والے ہیں۔"

پھر فرمایا کہ

"آئندہ دنیا کے افق پر احمدیت کی فتوحات اُبھر رہی ہیں۔ شہداء کی قربانیاں ہمارے ایمانوں میں بھی اضافے کا موجب بن رہی ہیں۔ ہمیں صرف اس بات پر ہی تسلی نہیں پکڑنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَیں تجھے فتوحات دوں گا، یہ تو ہو گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ یقیناً ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 2010ء)

(کمپوزڈ بائی عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✿✿✿✿